خطبہ جمعہ

وہ لوگ جو خدا کی خاطر تنگی میں خرچ کرتے ہیں اللہ کبھی ان کا ہاتھ تنگ نہیں رہنے دیتا

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۲ر مئی ۱۹۹۸ء بمطابق ۲۲ر ہجرت ۱۳۷۷ ہجری شمسی بمقام باد کروئس ناخ (جرمنی)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿هَآ نْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ. فَمِنْكُمْ مَنْ يَّبْخَلُ. وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ. وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ. ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾۔ (سورة محمّد آیت ۳۹)

آج اس خطبے سے مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے انیسویں سالانہ اجتماع کا آغاز ہو رہا ہے۔ مگر خطبے میں جو مضمون میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں اس کا صرف خدام سے تعلق نہیں، نہ ہی محض جماعت جرمنی سے ہے بلکہ اس خطبے کے مضمون کا تعلق تمام دنیا کی جماعتوں کے ساتھ ہے۔ اس لئے جہاں مالی تحریک کے متعلق میں زور دوں وہاں غلط فہمی سے یہ نہ سمجھیں کہ جماعت جرمنی مخاطب ہے، جماعت جرمنی کے بعض افراد بھی مخاطب ہو سکتے ہیں مگر جماعتی جرمنی کی اکثریت سے مالی قربانی کے متعلق کوئی شکوہ نہیں۔ وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ وہ بھی مخاطب ہیں ان کو بہر حال اپنے نفوس میں غور کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ کس حد تک وہ اسلام کی مالی قربانی کی تحریک کے مطابق پورے اترتے ہیں۔ پس معیّن طور پر نہ میں خدام کی بات کر رہا ہوں، نہ انصار کی، نہ لجنات کی، سبھی مخاطب ہو سکتے ہیں اور کون ہو سکتا ہے یہ فیصلہ سننے والے نے خود کرنا ہے۔ اس تمہید کے بعد اب میں اس آیت سے متعلق تشریحی ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَآ نْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ سنو تم ہی وہ لوگ ہو جن کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز کا فقرہ ہے۔ اگر آپ غور کریں تو دل اللہ کی حمد میں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس حال میں ڈوب جائیں گے کہ ہمیں مخاطب کر کے خدا فرما رہا ہے کہ تمہیں چن لیا گیا ہے اور یہ صورت حال آج سوائے جماعت احمدیہ کے تمام عالم اسلام میں کسی پر صادق نہیں آتی۔ هَآ نْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ دکھاؤ تو سہی اور جماعت، مذہبی یا غیر مذہبی، جو اس طرح اللہ کی راہ میں براہ راست دین یا غریبوں پر خرچ کرنے کے لئے دعوت دے رہی ہو اور جس کو اللہ دعوت دے رہا ہو کہ اٹھو اور نیک کاموں میں خرچ کرو، آج میں تم سے مخاطب ہوں۔

اس پہلو سے امر واقعہ یہ ہے کہ آپ کے سوا خدا تعالیٰ آج کے زمانے میں کسی سے اس طرح مخاطب نہیں جس طرح اس آیت کریمہ میں اس نے خطاب فرمایا ہے۔ هَآ نْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ۔ "هٰٓؤُلَآءِ" کے لفظ نے ایک مزید زور پیدا کر دیا سنو! سنو! تم ہی تو وہ ہو جن کو اس بات کی طرف بلایا جا رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اس کے بعد ایک اظہار ہے شکوے کا سا۔ فَمِنْكُمْ مَنْ يَّبْخَلُ اس کے باوجود تمہی میں سے وہ بھی ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں۔ تو یہ دوسرا حصہ ہے جو خدا کا بندے پر شکوہ ہے۔ اس کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ آپ میں سے کسی کے متعلق معین شکوہ میرے ذہن میں نہیں ہے۔ مجھے تو جہاں تک جماعت جرمنی دکھائی دیتی ہے مالی قربانیوں میں بہت آگے بڑھی ہوئی ہے اور مسلسل ہر آواز پر لبیک کہتی ہے اس میں لجنات بھی شامل ہیں، انصار اللہ، بچے، سارے کے سارے، خدام تو ہیں ہی، سب میرے نزدیک اس پہلو سے اللہ کے فضل کے ساتھ بہت اچھے ہیں لیکن ہو سکتا ہے بعض سننے والے سمجھ جائیں کہ یہ شکوہ ان سے بھی ہے پس ان کو اس امر کی طرف خصوصیت سے توجہ کرنی چاہئے۔

فرمایا فَمِنْكُمْ مَنْ يَّبْخَلُ. وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ لیکن یاد رکھو کہ اگر بخل سے کام لوگے تو اپنے نفس کے خلاف بخل سے کام لے رہے ہوگے۔ تمہیں اس بخل کا کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ الٹا نقصان ہے اور آنے والا وقت ثابت کر دے گا کہ خدا کی راہ میں ہاتھ روک کر خرچ کرنے کے نتیجے میں تمہیں روحانی نقصان تو جو پہنچنا تھا پہنچا، مالی نقصان بھی بہت پہنچا ہے اور یہ وہ بات ہے جس کو ساری جماعت کی تاریخ دوہراتی چلی آ رہی ہے۔ میں نے بارہا ایسی مثالیں آپ کے سامنے رکھی ہیں جن میں مجھے ایسے دوستوں سے واسطہ پڑا جنہوں نے اقرار کیا کہ ایک وقت وہ تھا کہ وہ اپنی مالی تنگی کی وجہ سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے ہاتھ روک رہے تھے۔ میرا ایک خطبہ انہوں نے سنا جس میں یہی مضمون بیان ہو رہا تھا جو میں نے اب بیان کیا ہے۔ اُس دن انہوں نے عہد کر لیا کہ مالی تنگی یا مالی فراخی یہ دونوں باتیں ہمارے لئے اب بے محل ہو گئی ہیں، خدا کی راہ میں ضرور خرچ کرنا ہے۔ ایک شخص نے مجھے کہا کہ میں نے سوچا ہے کہ قرض لے کر بھی کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اپنے بچوں پر قرض لے کر خرچ کرتا ہوں جب کار خراب ہوتی ہے تو قرض لے کر ٹھیک کراتا ہوں۔ قرضوں کے بوجھ تلے اپنی ذات کی وجہ سے دب گیا ہوں۔ تو انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے سوچا کہ کیوں نہ اللہ کی وجہ سے قرض لوں ان قرضوں میں کچھ اضافہ ہوگا ایک اضافہ تو سچا اضافہ ہوگا، ایک اضافہ تو نیک اضافہ ہوگا۔ یہ عہد کر کے انہوں نے اپنی زندگی کا رخ بدل دیا، ایسا رخ پلٹا کہ ان کے سارے قرضے اتر گئے۔ تمام مالی تنگی، مالی فراخی میں بدل گئی اور پھر بڑھ چڑھ کر انہوں نے اپنی خواہش کے مطابق خدا کی راہ میں خرچ کرنا شروع کر دیا۔ وہ صاحب فوت ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا لیکن میں یہ بتاتا ہوں کہ لفظاً لفظاً انہوں نے یہی کچھ لکھا جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے لیکن یہ تو آغاز تھا۔ جب میری خلافت کا آغاز ہوا ہے انہی دنوں میں میں نے کچھ ایسے خطبے دئے تھے جن کے نتیجے میں یہ واقعہ پیش آیا اس کے بعد تو مسلسل یہی بات ساری دنیا میں اسی طرح رونما ہو رہی ہے۔ پس یہ حکمت کی بات ہے اپنے پلّے باندھ لیں۔ **وہ لوگ جو خدا کی خاطر تنگی میں خرچ کرتے ہیں اللہ کبھی ان کا ہاتھ تنگ نہیں رہنے دیتا۔ جو فراخی میں خرچ کرتے ہیں ان سے بھی اللہ کا حسنِ سلوک ہے ان پر بھی رحم فرماتا ہے لیکن ان کو بہت پسند کرتا ہے جو تنگی کے باوجود خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔** اور اس کے جواب میں اللہ کو تو کوئی تنگی نہیں اسلئے وہ بے انتہا عطا فرماتا ہے اتنا کہ شمار میں بھی نہیں آسکتا۔

لیکن اس تعلق میں میں ایک نصیحت، جو آپ میں سے میرے اس وقت مخاطب ہیں، آپ خود جانتے ہیں کون ہیں، ان کو کرنی چاہتا ہوں کہ نیت یہ نہ کریں کہ تنگی میں خدا کی خاطر خرچ کریں گے تو تنگی دُور ہو گی۔ جب یہ نیت کریں گے تو یہ نیت آپ کی نیکی کو ذرا سا میلا کر دے گی۔ اس کے نتیجے میں اللہ اپنا وعدہ تو بہر حال پورا کرے گا، ضرور دے گا اور زیادہ دے گا لیکن ممکن ہے خدا کی رضاجوئی سے آپ محروم رہ جائیں، خدا کی رضا حاصل کرنے سے آپ نسبتاً محروم رہ جائیں۔ اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ نیتوں کو بالکل پاک اور صاف کریں اور کوشش کریں کہ اس حالت میں، تنگی میں خرچ کریں کہ اگر خدا اس کے مقابل پر دنیا کی آسائش نہ بھی عطا فرمائے تو روح سجدہ ریز رہنی چاہئے۔ روح اللہ سے راضی رہنی چاہئے۔ اگر یہ کریں گے تو لازماً اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی آپ کے حالات بدلے گا اور آخرت میں بھی آپ کو وہ جزا دے گا جس کا آپ تصور بھی نہیں

نہیں۔ لیکن اہل عقل کا کام تھا کہ اس حق کو اپنے مفاد کے طور پر استعمال کریں، مخالف استعمال نہ کریں۔ عملاً اس وقت پاکستان کا جو Census ہے اس میں ستر فیصد لوگوں نے ایٹمی دھماکے کے حق میں اور تیس فیصد نے اس کے خلاف ووٹ دیا ہے۔ یہ بات درست نہیں کہ جو تیس فیصد ہیں وہ ملک کے دشمن ہیں۔ ان میں بھاری تعداد ایسے دانشوروں کی ہے جن کے سامنے کئی اندیشے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ جانتے ہوں کہ یہ سب کچھ ڈرامہ رچایا گیا ہے تاکہ پاکستان کو گھسیٹ لیں مگر اس جوابی کارروائی سے کم سے کم ایک فائدہ جو فوری طور پر پہنچتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان کو اب ظاہری طور پر جرأت نہیں ہو سکتی کہ پاکستان کو اپنے نیوکلیئر بمز کا نشانہ بنائے۔ یہ جو فتح ہے اس کی خوشیاں جتنی چاہیں پاکستان والے منائیں اس کا ہر پاکستانی کو حق ہے کہ وہ یہ دوسرا راؤنڈ جیتنے کی اس لحاظ سے خوشی منائے۔

لیکن جن لوگوں نے اس کے متعلق غور کر کے یہ اعلان کیا کہ مناسب نہیں تھا، ان کے ذہن میں ایک تو یہ بات ہو سکتی ہے کہ مالی پابندیاں عائد کرنے کا بہانہ بنایا گیا تھا پاکستان اس ٹریپ میں پڑ گیا۔ ہندوستان کو اس کے بغیر بھی جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ پاکستان کو اپنے ایٹمی ہتھیاروں کا نشانہ بنائے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے عملاً جو ٹریپ بنایا گیا ہے، یعنی اہل دانش پاکستان کے جو بات کرتے ہیں یہ بات کرتے ہیں کہ جو ٹریپ بنایا گیا ہے اس ٹریپ کے اندر پاکستان جا پڑا اور اس کے بہت سے نقصانات جو ہیں وہ اب آہستہ آہستہ ظاہر ہونگے۔ دونوں طرف کے عوام گلیوں میں نکلے ہیں بیچارے، دونوں طرف کے عوام کو پتہ ہی کوئی نہیں کہ آگے آئندہ ان سے کیا ہونے والا ہے۔ ہمیشہ ایسی صورت حال میں عوام مارے جاتے ہیں اور غریب عوام قربانی میں سب سے آگے اور مار پڑنے کے لحاظ سے بھی سب سے آگے، ان بے چاروں کا پہلے والا حال بھی نہیں رہے گا۔ وقتی طور پر جشن منانا اور بات ہے مگر بھوکے پیٹ گزارہ کرنا بالکل اور بات ہے۔ یہ جو جنون کا دور ہے دونوں ملکوں میں یہ تو ختم ہو جائے گا باقی بھوک رہ جائے گی۔ پھر بھوک بھی فساد پیدا کرے گی اور ملک کا رہا سہا نظام بھی وہ بھوکے اپنی بغاوت کے ذریعے تباہ کر دیں گے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو گہری نظر سے دیکھنے والی تھیں اور میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے اہل دانش ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ بات کر رہے ہیں۔

دوسری بات ایٹمی تابکاری ہے۔ ان دھماکوں کو محض اس کھیل کا آخری باب تصور کرنا بالکل غلط ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ تابکاری کے اثرات اب لمبے عرصے تک ظاہر ہوتے چلے جائیں گے اور ہندوستان میں جو دھماکے ہوئے تھے اس کی تابکاری کے اثرات بھی پاکستان میں محسوس ہونے لگے ہیں۔ وہاں کے جو روزمرہ کے ٹمپریچرز ہیں، درجہ حرارت، وہ بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے جو دھماکے ہمارے اپنے ملک کے اندر ہوئے ہیں ان کی تابکاری سے بے خوف ہونے کی کوئی بھی وجہ نہیں ہے۔ بہت ہی خوفناک چیز ہے۔ وہ دھوٗاں ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے متنبہ فرمایا تھا کہ ایک ایسا عالمی دھواں ہے جس کے سائے کے نیچے کوئی امن نہیں، وہ ہلاک کرنے والا دھوٗاں ہے اور زندگی کی ہر شکل کو ہلاک کر دے گا۔ پس یہ دھوٗاں اپنے ملک میں پیدا کر رہے ہیں اور جشن منا رہے ہیں۔ ایسی پیچیدگیاں ہیں اس صورت حال کی کہ جن سے نپٹنا بہت مشکل کام اور بہت دوررس نگاہ کی ضرورت رکھتا ہے اور اہل دانش کو، حکومت کے ہوں یا حکومت سے باہر ان سب کو سر جوڑ کر ان مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی حل تجویز کرنا چاہئے۔ اب جو ہو چکا وہ تو ہو چکا آئندہ کیسے ان سے نجات ملے گی یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جو اس وقت درپیش ہے۔

تابکاری کے متعلق تو میں جماعت احمدیہ کو خصوصیت سے اور ان کی وساطت سے سارے پاکستان اور پھر ہندوستان کی جماعت احمدیہ اور سارے ہندوستان کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ہومیوپیتھک دوا ایک ایسی موجود ہے جس کو ہم نے بارہا تجربہ کر کے دیکھا ہے، تابکاری کے اثرات ہو بھی چکے ہوں تو ان کو مٹانے میں غیر معمولی مدد کرتی ہے۔ ایک دوا کا نام ہے ریڈیم برومائیڈ (Radium Bromide) اور ایک کا نام ہے کارسی نوسن (Carcinosin)۔ میں نے ان دونوں دواؤں کو کامیابی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ ایسے مریضوں کے اوپر استعمال کی ہیں جن کو تابکاری کا ہسپتالوں میں نشانہ بنایا گیا تھا اور خطرہ تھا کہ پھر وہ ہاتھ سے نکل جائیں گے لیکن جب ان دواؤں کو ان پر استعمال کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بالکل ٹھیک ہنستے کھیلتے وہ اپنے ہسپتالوں سے باہر نکل آئے یا باہر نکلنے کے امیدوار ہیں۔

تو جو میں بات کہہ رہا ہوں یہ ایک فرضی تعلّی کی بات نہیں، درحقیقت آزمودہ بات ہے اور ہر جگہ احمدیوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے لئے بھی ان دواؤں کو ابھی استعمال کرنا شروع کر دیں اور غیروں کے لئے بھی اپنی رحمت کا دروازہ کھولیں اور ان کو بھی آمادہ کریں ورنہ ایک دفعہ وسیع پیمانے پہ یہ شروع ہو گئی تو ہر گھر تک پہنچنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے جیسے بھی ہو سکے اعلان کر کے، اشتہار دے دے کے اہل پاکستان اور اہل ہندوستان سے کہیں کہ اب آپ تابکاری کے خلاف ایک ٹھوس قلعہ بند ہونے کی تیاری کرو۔ اور یہ قلعہ بندی جو میں عرض کر رہا ہوں یہ حقیقت ہے۔ یہ ایک افسانہ یا کہانی نہیں ہے۔ لیکن ناممکن ہے کہ وسیع پیمانے پہ ہر شخص اس نصیحت کو سن بھی سکے، اس پر عمل کر سکے، وہ دوائیں اس کے لئے حاصل ہوں۔ اس لئے میرے کہنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا لیکن یہ تو ضرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک احمدی مخلص اور سچے ثابت ہوں گے اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا احسان ہو اور ان کی دعائیں مقبول ہوں تو ان کے ملکوں کے باقی باشندوں پر بھی اللہ تعالیٰ جیسے چاہے احسان کی نظر فرمائے۔ لیکن یہ پیغام پہنچانا میرا فرض ہے۔

اب میں جو اس جال کی اصل حقیقت ہے اس کے متعلق روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ اسرائیل ان باتوں کے پیچھے ہے۔ جو معلومات مجھے ہندوستان سے مل رہی ہیں ان کے مطابق اسرائیل کے گوریلے کشمیر میں بھی اور ہندوستانی فوج میں بھی جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور اسرائیل میں ہندوستانی فوجیوں کو گوریلا ٹریننگ دینے کے مراکز بنائے گئے ہیں اور اس کے نتیجے میں کشمیر پر بے انتہا مظالم کا ایک دور آنے والا ہے کیونکہ اسرائیل کی ٹریننگ میں خود ان کی کتابوں کی رو سے جن کا میں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے، محض میرے دعوے کے طور پر نہیں ان کی کتابوں کی رو سے یہ بات داخل ہے، کہ ہم اپنے گوریلوں کو یہ لازمی تربیت دیتے ہیں کہ رحم کا نام بھی ان کو نہ پتہ ہو۔ ایسا تشدد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں کہ جس کے نتیجے میں تمام انسانی جذباتی قدریں پائمال ہوں لیکن ان کو کوڑی کی بھی پرواہ نہ ہو۔ یہ وہ ٹریننگ ہے جو ہندوستان کو دی جا چکی ہے۔

اور جو پہلا خطرہ ان حالات کے بعد مجھے دکھائی دے رہا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں طرف کی ایٹمی توانائی کے نتیجے میں ایک دوسرے کو باندھ دیا گیا ہے کہ ایک دوسرے پر ایٹمی حملہ نہ کریں اور کشمیر میں ہندوستان جو بھی کرے وہ اس میں آزاد ہو جائے۔ اور جو مجھے دکھائی دے رہا ہے وہ آئندہ کشمیر پر بے انتہا مظالم کا دور آنے والا ہے۔ جتنے بھی وہاں مزاحمت کے اڈے موجود ہیں پاکستان کہتا ہے کہ پاکستان سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اب جب تعلق نہیں ہے تو پھر احتجاج بھی نہیں کر سکتے، یہ ظاہر بات ہے۔ اس لئے جو پاکستان کہتا ہے اس کے خلاف مجھے کہنے کا حق نہیں ہے کیونکہ بہرحال میرا ملک ہے میں اپنے ملک کے صاحب اقتدار لوگوں کے کھلے دعوے کا انکار نہیں کر سکتا، اس کی عملی ظاہری تردید نہیں کر سکتا۔ پس فرض کریں کہ پاکستان سے ان کا کوئی تعلق نہیں جب کوئی تعلق نہیں تو ہندوستان یہ مؤقف لے گا کہ ہم اپنے ملک کے باشندوں پر جو چاہیں کریں تم کون ہوتے ہو۔ اس کا جواب پاکستان صرف یہ دے سکتا ہے کہ ہیں تو تمہارے ملک کے باشندے مگر عملاً ان کو تمہارے ملک کا باشندہ ہم تسلیم نہیں کرتے اس لئے احتجاج کر سکتے ہیں۔ مگر جب تک باؤنڈریز موجود ہیں ان کے احتجاج کی کوئی بھی قیمت نہیں۔ ہندوستان نے لازماً پورے انتظام کر لئے ہیں کہ ان اڈوں کو جو پاکستان کے نہ سہی مگر ہندوستان کے مفاد کے خلاف ہیں، خواہ وہ مفاد ناجائز ہو، ہندوستان کے مفاد کے خلاف اہل کشمیر میں جہاں جہاں بھی مزاحمت کے اڈے ہیں ان کو کلیۃً بے رحمی کے ساتھ کچل دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں بے انتہا ظلم ہونے والا ہے۔

اور یہ جو ایٹم بمز یا نیوکلیئر بمز کی Threat اس کا خطرہ ہے وہ دونوں طرف سے Lock ہو کر ڈیٹرنٹ (Deterrent) بن گیا ہے۔ نہ پاکستان ہندوستان کے خلاف بم استعمال کر سکتا ہے، نہ ہندوستان پاکستان کے خلاف بم استعمال کر سکتا ہے۔ یہ جو چھتری بن گئی ہے اس چھتری کے نیچے وہ کشمیر میں ہر اس جدوجہد کا صفایا کر دیں گے جو ان کے مفاد کے خلاف ہے۔ پاکستان احتجاج ہی کر سکتا ہے۔ کن کے پاس؟ ان حکومتوں کے پاس جو اس سازش میں شریک ہیں۔ کیا یونائٹڈ نیشنز میں احتجاج کرے گا جو خوب جانتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور کوئی قدم نہیں اٹھا رہے۔ پس یہ احتجاج بالکل بے معنی ثابت ہوگا اور عملاً ہندوستان کو روک نہیں سکے گا۔ اس کی صرف ایک صورت ہے کہ ہندوستان پھر آزاد کشمیر پر حملہ کرنے کی جرأت کرے جو ان کے ارادوں میں داخل ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر پاکستانی فوج کو پوری طرح جوابی کارروائی کا حق ہوگا اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا مگر اس لڑائی نے دونوں ملکوں کی اقتصادیات کو بالکل تباہ کر دینا ہے۔ اقتصادیات کا ایک بڑا حصہ تو پہلے ہی نیوکلیئر ہتھیاروں کی تیاری میں خرچ ہو گیا اور اب جبکہ تمام عالم کی طرف سے مالی پابندیاں عائد ہو چکی ہیں اب مزید جنگ کا نہ ہندوستان متحمل ہو سکتا ہے نہ پاکستان متحمل ہو سکتا ہے۔ یہ وہ خطرات ہیں جو میرے سامنے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر جشن منایا جا رہا ہے تو ایک

حضرت زید اپنے والد اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اسلم نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیں ایک جنگی ضرورت کے لئے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی تحریک فرمائی۔ حضرت عمرؓ یہ عرض کرتے ہیں کہ ان دنوں میرے پاس کافی مال ہوا کرتا تھا۔ میں نے دل میں کہا اگر میں ابو بکر سے زیادہ ثواب کما سکتا ہوں تو آج موقعہ ہے۔ میں آدھا مال لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا عمر کتنا مال لائے ہو اور کس قدر بال بچوں کے لئے چھوڑ آئے ہو۔ میں نے عرض کی حضور آدھا مال لایا ہوں اور آدھا چھوڑ آیا ہوں۔ اب ابو بکر جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب لے کر آگئے۔ حضور علیہ السلام نے ابو بکر سے دریافت فرمایا ابو بکر کتنا مال لائے ہو اور کس قدر گھر والوں کے لئے چھوڑ آئے ہو۔ ابو بکر نے عرض کیا حضور جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب لے آیا ہوں۔ جو کچھ پاس تھا وہ سب لے آیا ہوں اور بال بچوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے یہ سن کر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں ابو بکر سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس سے زیادہ اور ہو کیا سکتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، "حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اکثر سنا ہوگا ایک دفعہ جب راہ خدا میں مال دینے کا حکم ہوا تو گھر کا کل اثاثہ لے آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو تو فرمایا کہ خدا اور اس کے رسول کو گھر چھوڑ آیا ہوں"۔ کتنا پیارا جواب ہے خدا اور رسول کو گھر میں چھوڑ آیا ہوں۔ رسول کے سامنے حاضر تھے، سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے گھر میں اللہ اور آپ کو چھوڑ آیا ہوں۔ بہت ہی پر لطف جواب ہے، ایسا کہ روح وجد میں آجاتی ہے۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۳ رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

بخاری کتاب الزکوٰۃ میں یہ بھی درج ہے کہ اگرچہ صحابہ کرام سخت تنگ دست تھے تاہم ان کو تھوڑا بہت جو کچھ ملتا تھا اس کو صدقہ خیرات کر دیتے تھے۔ حضرت ابو سعید انصاریؓ سے روایت ہے کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام بازاروں میں جاتے اور حمالی کرتے۔ محنت مزدوری میں جو کچھ ملتا اس کو صدقہ کر دیتے۔

یہ وہ سنت ہے جس کو ایک دفعہ میں نے جماعت میں دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی تھی اور غالباً یہیں آپ لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگرچہ آپ کا وقت ہمہ تن خدمت دین میں مصروف رہتا ہے مگر اس مبارک سنت کو زندہ کرنے کی خاطر اگر تھوڑا سا وقت کچھ پھول ہی لے کر بازار میں بیچ آیا کریں اس نیت سے کہ جو کمائی ہے وہ کلیۃً اللہ کے حضور پیش کروں گا۔ یا اور کچھ اپنے کاروبار کے علاوہ تھوڑا سا حصہ محض اس وجہ سے کاروبار میں لگائیں کہ جو کچھ آمد ہوگی وہ اللہ کے حضور پیش کریں گے۔ اس تحریک کے نتیجے میں مجھے بہت سی عورتوں نے یہ لکھا کہ ہم اب اس غرض سے سلائی کرتی ہیں۔ اور جہاں تک میرا علم ہے انہوں نے مستقل اس کو عادت بنا لیا ہے کہ سلائی کا کام جہاں بچوں کے لئے کرتی ہیں کچھ تھوڑی سی سلائی وہ اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر اس لئے کرتی ہیں کہ جو بھی آمد ہوگی وہ دین کی راہ میں پیش کر دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ترغیب و تحریص سے صحابہ کرام اور بھی زیادہ صدقہ و خیرات کی طرف مائل ہو گئے۔ سنن ابو داؤد میں ذکر ہے کہ ایک بار آپ نے خطبہ عید میں صدقہ کی ترغیب دی۔ عورتوں کا مجمع تھا حضرت بلالؓ دامن پھیلائے ہوئے تھے اور عورتیں اپنے کان کی بالیاں اور ہاتھ کی انگوٹھیاں پھینکتی جاتی تھیں۔ (اس موقعہ پر حضور کی آواز جذبات سے گلوگیر ہو گئی۔ چنانچہ فرمایا) اب جو میں جذباتی ہوا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں احمدی عورتوں کو بکثرت جانتا ہوں جو مسلسل یہ سنت زندہ کرتی چلی جا رہی ہیں۔ اس لئے **قرآن کریم کا پہلا خطاب کہ هَآ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ کتنا سچا ہے جو آج جماعت احمدیہ کے سوا کسی پر اطلاق پا ہی نہیں سکتا۔ وہی سنت نبوی اُس زمانے کی چودہ سو سال پہلے کی، آج اگر کوئی جماعت زندہ کر رہی ہے تو وہ احمدیہ جماعت زندہ کر رہی ہے۔** یہ احمدی خواتین ہی ہیں جو مسلسل اس قربانی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ایسا نمونہ پیدا کر رہی ہیں کہ صحابہ کے زمانے کی یاد اس طرح تازہ ہوتی ہے جیسے ایک تازہ پھول کو آپ سونگھ رہے ہیں وہ اپنا رنگ دکھا رہا ہو اور اپنی خوشبو دے رہا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، "ہر ایک پہلو سے خدا کی اطاعت کرو اور ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے"۔ اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ ہم بیعت کنندہ ہیں، ہم بیعت میں داخل ہیں۔ فرمایا اپنی بیعت کو اس طرح پرکھو، آگے جو ذکر چلتا ہے وہاں بیعت پرکھنے کا مضمون ہے۔ "جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اس کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلے کی خدمت کرے"۔

اب یاد رکھیں کہ یہ تحریک جو مالی تحریک کر رہا ہوں۔ ہرگز یہ وجہ نہیں کہ جماعت کو کوئی مالی تنگی ہے۔ ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا، ایک رات بھی مجھ پر ایسی نہیں آئی جس میں یہ فکر ہو کہ خدا کے دین کی یہ ضرورت ہے اسے کہاں سے پورا کروں گا۔ بلاشبہ، ہمیشہ اللہ تعالیٰ خود دلوں میں تحریک کرتا ہے اور وہ ضرورت کو پورا کر دیتے ہیں۔ اس لئے نعوذ باللہ من ذالک ناشکری کے طور پر میں یہ تحریک نہیں کر رہا۔ میں اس لئے کر رہا ہوں کہ جو بھی اس تحریک کے نتیجے میں مالی قربانی کریں گے ان کا بھلا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی تمام بہبود اس بات سے وابستہ ہو جائے گی کہ وہ خدا کی راہ میں خرچ کر رہے ہیں۔ دین بھی سنور جائے گا اور دنیا بھی سنور جائے گی۔

پس مجھے تو آپ کی فکر ہے یعنی آپ میں سے ان کی جو اپنے حال کو بہتر جانتے ہیں کہ جس حد تک خدا نے توفیق دی تھی اس حد تک خرچ نہیں کر رہے۔ اُن کی فکر ہے، جماعت کی ضرورتوں کی فکر نہیں ہے۔ یعنی فکر تو ہے مگر یقین ہے کہ اللہ ضرور پوری کرتا ہے۔ پس آپ اپنا حال درست کریں۔ آپ اگر اچھے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت پہلے سے بھی بڑھ کر ترقی کرنے لگے گی۔ پس اس پس منظر میں اس تحریک کو سنیں۔ "اس کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلے کی خدمت کرے۔ جو شخص ایک پیسے کی حیثیت رکھتا ہے وہ سلسلہ کے مصارف کے لئے ماہ بہ ماہ ایک پیسہ دیوے"۔ اب یہ تحریک کا آغاز تھا۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ایک پیسہ دیوے۔

ہو سکتا ہے اس زمانے کا جو پیسہ ہے وہ آج کے زمانے میں سو روپے کے برابر ہو۔ اب موازنہ کرنا تو مشکل ہے مگر اتنا پتہ ہے کہ پیسے میں بہت کچھ آجایا کرتا تھا اور اب کئی مارکس (Marks) میں بھی کچھ نہیں آسکتا جو اس زمانے میں ایک پیسے میں آجایا کرتا تھا۔ تو یہ نسبتیں معین کرنا تو میرا کام نہیں اور یہ ہے بھی بہت مشکل۔ صرف اتنا یاد رکھیں کہ ایک پیسہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں تو اس پیسے کی بھی بہت قیمت ہے لیکن پھر بھی پیسہ پیسہ ہی تھا اور ایک پیسہ خرچ کرنا تمام مخاطب جماعت میں سے ہر شخص کے لئے ممکن تھا۔

"وہ سلسلے کے مصارف کے لئے ماہ بہ ماہ ایک پیسہ دیوے۔ اور جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار دیوے"۔ اب اُس زمانے کا روپیہ بہت بڑی چیز تھی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان لفظوں میں یہ نہ سمجھیں کہ بہت تھوڑا سا مطالبہ کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں جو توفیق رکھتا ہے وہ ایک روپیہ بھی ماہوار دے دے۔ فرمایا "کیونکہ علاوہ لنگر خانہ کے اخراجات کے دینی کارروائیاں بھی بہت سے مصارف چاہتی ہیں"۔ یعنی لنگر خانہ بھی اُس وقت ایک نمایاں بڑا خرچ ہوا کرتا تھا، اب بھی ہے۔ آپ کا لنگر خانہ بہت خرچ چاہتا ہے مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے سہولتیں اتنی ہو چکی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر خانے کی برکت سے اب یہ لنگر بیسیوں ملکوں میں بڑی شان سے جاری ہو گئے ہیں۔ اور اس سے بہت زیادہ خدمت کرنے کی توفیق پا رہے ہیں جو اس زمانے میں بظاہر نظر آتی تھی۔

فرمایا، "صدہا مہمان آتے ہیں مگر ابھی تک بوجہ عدم گنجائش مہمانوں کے لئے آرام دہ مکان میسر نہیں۔ جیسا کہ چاہئے چارپائیوں کا انتظام نہیں"۔ اب اس زمانے میں زمین پر بستر بچھانے کا انتظام تو تھا مگر چارپائیوں کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فکر تھی۔ اب آپ لوگ جب لنڈن جلسے پر جاتے ہیں تو آج بھی ہم آپ کو چارپائیاں مہیا نہیں کر سکتے۔ کرتے ہیں تو کم لوگوں کے لئے، بعض فیمیلیز کے لئے۔ لیکن اکثر لوگ زمین پر سوتے ہیں۔ تو یہ نہ سمجھیں کہ ہم اس زمانے کی مہمان نوازیوں سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ اگر غور کر کے دیکھیں تو اس زمانے کی مہمان نوازیاں بعض پہلوؤں سے آج کی ہماری مہمان نوازی سے بھی آگے تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فکر رہتی تھی کہ ان سب کے لئے میں چارپائیاں مہیا کروں۔

"توسیع مسجد کی ضرورتیں بھی پیش ہیں، تالیف اور اشاعت کا سلسلہ بمقابل مخالفوں کے نہایت کمزور ہے"۔ یعنی بمقابل مخالفوں سے مراد عام مسلمان نہیں بلکہ عیسائی ہیں جیسا کہ فرمایا "عیسائیوں کی طرف سے جہاں پچاس ہزار رسالے اور مذہبی پرچے نکلتے ہیں ہماری طرف سے بالالتزام ایک ہزار بھی ماہ بہ

کی کچھ پرواہ نہیں ہوگی کہ کتنے غریب بھوکے گلیوں میں مرتے ہیں اور کتنے بچے اور بچیاں تباہ حال ہو رہے ہیں۔ اس بات کی کوئی بھی ہمدردی ان حکمرانوں کو نہیں ہے۔ نہ سرحد کے اُس پار، نہ سرحد کے اِس پار۔

اس لئے میں دونوں کو متوجہ ہو سکتا ہوں ایک ہی زبان میں اور دونوں کے احمدیوں کو یہی تعلیم دے سکتا ہوں جو عالمی تعلیم ہے اور یہ تعلیم دینے کے نتیجے میں کوئی مجھ پر یہ قدغن نہیں لگا سکتا کہ یہ تمہاری وطن کی محبت کے خلاف ہے۔ وطن کی محبت کا تقاضا ہے جو میں پورا کر رہا ہوں اور یہ قرآن کی شان ہے کہ یہ تقاضا میں تمام دنیا میں بعینہ اس طرح پورا کر سکتا ہوں اور کوئی مجھ پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ اس نے جنبہ داری سے یا جانب داری سے کام لیا ہے۔ پس یہ حسن ہے قرآن کریم کا جس کی کوئی مثال دنیا میں کسی کتاب میں دکھائی نہیں دیتی۔

اس پر آپ دیکھیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم چن لئے جاؤ خواہ کسی طرح بھی چن لئے جاؤ تو جب حکومت کرو تو کچھ عدل سے تو کام لو، اس وقت ہی کچھ عدل کر لیا کرو۔ اگر جیتنے میں تم نے اپنی خواہش کے احترام میں عوام سے زبردستی ووٹ لے لئے ہیں جن کو عقل ہی نہیں کہ کس کو ووٹ دینا ہے تو اب جبکہ تم حاکم بن گئے ہو تو ان عوام سے کچھ حسن سلوک کرو۔ یہ حسن سلوک صرف عدل تک محدود نہیں رہتا بلکہ قرآن کریم کی ایک اور آیت اس حسن سلوک کو آگے بڑھا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُبِالعَدلِ وَالاِحْسَانِ وَاِیتَآءِ ذِی القُربٰی کہ عدل تو پہلا مقام ہے محض عدل کے ذریعے تمہارے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ بعض دفعہ عدل کے ذریعے جو کچھ اقتصادی نظام جاری ہے اس کو عدل کے ذریعے چسپاں کریں تب بھی مسائل کا حل نہیں ہوتا۔ اس کے لئے امیروں اور بڑے لوگوں کو لازماً قربانی کرنی پڑے گی۔ اس لئے قرآن کریم کی حکمت بالغہ ہمیں بتاتی ہے اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُبِالعَدلِ وَالاِحْسَانِ وَاِیتَآءِ ذِی القُربٰی۔ احسان کرنا نہیں سیکھو گے تو تمہارے مسائل حل نہیں ہونگے۔ اگر احسان کا سلوک ہوتا پاکستان یا ہندوستان میں تو عوام الناس خود اپنی حکومتوں پر جانیں چھڑکتے۔ اب ان سے زبردستی حماقت کے ساتھ جانوں کی قربانی لی جا رہی ہے۔ جانیں تو بے چارے اب بھی چھڑکیں گے لیکن کہاں جان چھڑکنی چاہئے اسکا کوئی علم نہیں۔ اگر قرآنی تعلیم پر عمل ہو تو یہ عوام واقعۃً اپنے راہنماؤں کی جوتیاں اٹھاتے پھریں گے، ان کے اوپر آنچ آئے گی تو اپنی جان پیش کر دیں گے کیونکہ عوام الناس میں یہ ایک گہری خوبی ہے جو ساری دنیا کے عوام الناس میں ہے کہ ان سے اگر احسان کا سلوک کریں تو وہ اس پر عام لوگوں کی نسبت زیادہ ممنون ہو جاتے ہیں۔ دانشور یا امیر لوگوں پر احسان کرو تو وہ بھول بھی جایا کرتے ہیں مگر عوام کو موہ لینے کا اس سے بہتر کوئی طریق نہیں۔ یہ طریق تاریخ مذہب سے قطعی طور پر یقینی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں اس کا ایک اطلاق عام ہوا ہے۔ آپؐ نے عدل سے کام لیا اور عدل سکھایا۔ آپؐ نے ایتاء ذی القربیٰ سے کام لیا اور ایتاء ذی القربیٰ کے طریق سکھائے اور دیکھو کہ جو دشمن تھے وہ فی الحقیقت جان نثار کرنے والے بن گئے بلکہ ان کی جانیں قبول نہ ہوتی تھیں تو روتے ہوئے واپس جایا کرتے تھے کہ ہم سوائے جان کے کیا پیش کر سکتے تھے مگر وہ بھی قبول نہیں ہوئی۔

یہ عظیم عالمی انقلاب جو ہر ملک میں برپا ہو سکتا ہے اس کے لئے کسی مذہب کی ضرورت نہیں۔ ان تین بنیادی اصولوں کو پکڑ لینے کی ضرورت ہے۔ ان اصولوں کے پیش نظر تمام دنیا کے ہر ملک میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا ہو سکتا ہے جس سے یہ دنیا فی الحقیقت جنت بن سکتی ہے۔ مگر اس کا فقدان تمام بڑی عالمی طاقتوں میں بھی ہے اور اس کا فقدان ان غریب ملکوں میں بھی ہے جو بڑی طاقتوں کے ظلم کی چکی میں پیسے جاتے ہیں۔

اس پہلو سے میں جماعت احمدیہ کو ایک عالمی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ عدل، احسان اور ایتاء ذی القربیٰ کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر ان تین صفات حسنہ پر عمل شروع کر دیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دعا سے کام لیں۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ دعا کے بغیر اور مقبول دعاؤں کے بغیر آج نہ ہندوستان کے مسائل حل ہو سکتے ہیں نہ پاکستان کے حل ہو سکتے ہیں۔ جب ایتاء ذی القربیٰ پہ غور کریں تو ایک ایسی ماں سامنے آئے گی نا جس کا بچہ بیمار ہے اور حالات بتا رہے ہیں کہ وہ ٹھیک ہونے والا نہیں۔ کیا کر سکتی ہے سوائے دعا کے۔ اور اس وقت کی دعا جو دل کی گہرائی سے اٹھتی ہے، جو زخمی دل کی دعا ہے وہ اللہ تعالیٰ عام حالات کی دعا سے زیادہ سنتا ہے۔ پس ہر احمدی دل کو ایتاء ذی القربیٰ کے تحت ایک ماں کا دل ہو جانا چاہئے۔ وہ دنیا کے غموں کو محسوس کرے اور واقعۃً دل میں تکلیف محسوس کرے۔ راتوں کو اٹھے اور بلبلائے۔ دن کو سوچتے وقت ہر وقت اس کو یہ خیال زخمی کر رہا ہو کہ بہت سے میرے بھائی بند ہیں جو گہری تکلیف میں مبتلا ہیں جو دور کی تکلیفیں ہیں وہ ان کو قریب دکھائی دیں تب دل سے وہ دعا نکلے گی جو مقبول ہوا کرتی ہے۔ دُور کی تکلیف آپ اخباروں میں پڑھ لیتے ہیں لاکھوں بھوکے مر گئے لیکن اگر کسی ایک کو بھی بھوک سے مرتا ہوا دیکھیں اور خود دیکھیں قریب سے پھر پتہ چلے گا کہ بھوک سے مرنا کیا ہوتا ہے۔ اگر اپنے کسی بچہ کو بھوک سے مرتا ہوا دیکھیں تو پتہ چلے گا۔ خبروں کی بات نہ کریں۔ سب کو علم ہے کہ لاکھوں کروڑوں بھوک سے مر رہے ہیں۔ لیکن ایتاء ذی القربیٰ کا مطلب ہے ان لوگوں کو اس نظر سے دیکھیں جیسے آپ کا بچہ بھوک سے مر رہا ہو، آنکھوں کے سامنے بھوک سے مر رہا ہو اس وقت جو دل پہ گزرے گی وہ دل پہ گزرے گی تو دعا مقبول ہو گی۔ ماؤں کی دعا تو اس لئے بھی بعض دفعہ مقبول نہیں ہو سکتی کہ ساری زندگی ان کی خدا سے دور کٹی ہے صرف بچہ بچانے کے لئے رو رہی ہوں لیکن جو بچہ آپ کا نہیں ہے اور اللہ کی خاطر اس سے بچوں والی ہمدردی ہے یہ ناممکن ہے کہ یہ دعا قبول نہ ہو۔

ایسی ہی دعائیں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی جنہوں نے ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی وجہ سے ہمیشہ آپ کی دعاؤں ہی کو انقلاب کا باعث قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرے دنیادار صوفیاء ہوں یا مذہبی لیڈر ہوں ان کا وہم تک اس طرف نہیں جاتا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعاؤں نے انقلاب برپا کیا تھا۔ اور وہ یہ دعائیں تھیں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ پس اپنے دلوں کو ٹٹولیں۔ خبریں پڑھتے ہیں Excite ہونے کے لئے تو آپ اس صورت میں مومن دل نہیں رکھتے۔ آج کل بڑا ہنگامہ چل رہا ہے خبروں کا۔ "CNN" کیا کہہ رہی ہے اور اخبار میں کیا چھپ رہا ہے اور نواز شریف نے کیا بیان دیا ہے اور واجپائی نے کیا بیان دیا ہے اور بہت لوگ ایکسایٹ ہیں۔ گھروں میں چرچے ہو رہے ہیں یہاں پر باتیں چل رہی ہیں آج یہ خبر آگئی، اب یہ خبر آگئی۔ خبر آرہی ہے بربادی کی اور تمہیں ہوش ہی کوئی نہیں۔ تم باتوں کے چسکے لے رہے ہو کہ یہ خبر آگئی اور وہ خبر آگئی۔ یہ مومن کا دل کا تقاضا نہیں ہے۔ یہ وہ دل نہیں ہیں جو میں احمدیوں کے سینوں میں دھڑکتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔

اس لئے میری آپ سے التجا ہے، بار بار آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اپنے سینوں میں وہ دل دھڑکائیں جو لوگوں کے غم سے دھڑکتے ہوں، لوگوں کے خوف سے دھڑکتے ہوں۔ وہ اللہ کی خاطر ایسا کریں۔ یہ وہ دل ہیں جن کی دھڑکنیں خدا کی تقدیر کی دھڑکنیں بن جائیں گی۔ لازماً دنیا میں انقلاب برپا ہونگے۔ اس کو کوئی معمولی اور چھوٹی بات نہ سمجھیں، اس پر عمل کریں۔ اور علاوہ ازیں اب ان مصیبت کے دنوں میں جو بھائی بندوں پر ٹوٹنے والی ہے اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ تیار کریں کہ اپنی سہولتیں ان میں تقسیم کریں اور ان کے دکھ بانٹیں۔ یہ دوسرا عملی اقدام ہے جس کے نتیجے میں میں یقین کر سکوں گا کہ واقعۃً آپ وہ بندے ہیں جن کے سپرد اللہ نے اس کائنات کی اس وقت میں بڑی ذمہ داری ڈالی تھی۔ بظاہر تو آپ کی ذمہ داری اس دنیا سے تعلق رکھتی ہے مگر اس کائنات کی جان یہ دنیا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دنیا ہے۔

اس پہلو سے میں کہتا ہوں کہ ساری کائنات کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کی تھی اسے

بات کا گواہ ہوں کہ خدا تعالیٰ نے بعینہ مجھے یہ توفیق بخشی ہے کہ میں وہی توقعات آپ سب سے رکھ سکوں۔ اور جب میں اس بات پر غور کرتا ہوں تو میری روح سجدہ ریز ہو جاتی ہے کہ سو سال پہلے کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقعات آج کتنی شان سے پوری ہو رہی ہیں۔ پس اس میں میں اپنے وجود کی ایک ادنیٰ بھی بڑائی نہیں سمجھتا۔ نہ آپ کی قربانی کو وہ مقام دیتا ہوں جس کے نتیجے میں گویا جماعت پر کوئی احسان ہو ۔ مجھ پر بھی اللہ کا احسان ہے آپ پر بھی اسی اللہ کا احسان ہے۔ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جوتیوں کے صدقے یہ خدمات سرانجام دے رہا ہوں آپ بھی انہیں جوتیوں کے صدقے یہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

پس یقین کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو اس زمانے کا مامور بنایا گیا تھا ان کی جوتیاں اٹھانا ہمارا فخر ہے۔ آپ کے پاؤں کی خاک ہمارا فخر ہے ، ہماری آنکھوں کا سُرمہ ہے۔ بعینہ یہ وہی مضمون ہے جو صحابہ کے رسول اللہ کے ساتھ تعلق سے ثابت ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پیچھے پیچھے پھرا کرتے تھے۔ آپؐ کی قدموں کی خاک کو اپنے منہ پر ملتے تھے۔ آپؐ کی کشف برداری کو اپنا اعزاز سمجھا کرتے تھے۔ یہاں تک آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب کُلّی کیا کرتے تھے تو بڑھ بڑھ کر صحابہ اپنے ہاتھوں میں لیتے تھے۔ یہ وہ مقام اور مرتبہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے غلام کامل کی صورت میں دوبارہ ہم پر ظاہر فرمادیا۔

پس یہ کہنا تو آسان ہے یعنی یہ کہنا تو بظاہر آسان ہے کہ "صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا" مگر فی الحقیقت یہ کہنا بہت مشکل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تک ان تمام باتوں پر گواہ نہ ہو جاتے اس وقت تک یہ دعویٰ کر ہی نہیں سکتے تھے۔ پس آج آپ ہیں اور میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ آپ ہیں جو صحابہ سے مل چکے ہیں۔ یہ اعزاز کسے نصیب تھا، کسے نصیب ہو سکتا تھا۔ چودہ سو سال کی محرومیوں کے بعد ہمیں خدا نے صحابہ کرام سے ملادیا۔ اتنا بڑا اعزاز کہ قرآن نے اس کا ذکر فرمایا۔ فرمایا کہ ایسے آنے والے لوگ ہیں جو ابھی تک صحابہ سے نہیں مل سکے مگر ملیں گے اور ضرور ملیں گے۔

پس اے جماعت احمدیہ! تمہیں مبارک ہو اور بے انتہا مبارک ہو کہ تمہارا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ تمہارا ذکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زبان پر جاری ہو چکا ہے۔ تم وہ ہو جن کو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے انتہا قربانیاں اور دعائیں کر کے صحابہ سے ملادیا ہے۔ پس اس کا شکر جتنا بھی ادا کرو کم ہے۔ اور ایک ہی صورت شکر کی ہے کہ ہم اس پیغام کو ہمیشہ آگے سے آگے بڑھاتے چلے جائیں۔ مشعل بردار بن جائیں اس پیغام کے۔ دنیا کے اندھیروں کو ان مشعلوں کے نور کے ساتھ جگمگادیں۔ جہاں بھی ہم جائیں اللہ کا وہ نور جو ہماری پیشانیوں کو عطا ہو ہمارے آگے آگے بھاگے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جہاں بھی ہم جائیں ہر تاریکی کو روشنی میں بدل دیں۔ یہی میری دعا اور یہی میری توقع ہے جو آپ سے بھی ہے اے مخاطبین جو جرمنی جماعت سے تعلق رکھتے ہو اور آپ کی وساطت سے ان سب سے بھی ہے جو دنیا میں اس وقت میرا یہ خطبہ سن رہے ہیں یا کل یا پرسوں سنیں گے۔

یاد رکھو ہمیں خدا نے ایک اعزاز بخشا ہے۔ ایک ایسا اعزاز بخشا ہے جو درمیان کے تیرہ سو سال میں گزرنے والوں کو نہیں بخشا گیا۔ اتنا بڑا اعزاز ہے اس کے شکر میں ساری زندگی خرچ کر دو تو وہ کم ہو گا اس شکر کا حق ادا نہیں کر سکو گے۔ پس ایک آگ لگالو اپنے دل میں ، **ایک لَو لگالو کہ تم زندگی کے آخری سانس تک خدا تعالیٰ کی راہ میں خدمت دین میں جو کچھ ہے وہ خرچ کرتے رہو گے اور اسکے نتیجے میں یہ نہیں سمجھو گے کہ دین پر تم نے کوئی احسان کیا۔** اس کے نتیجے میں یہی اقرار کرو گے کہ اللہ کا ہم پر احسان ہے۔ اللہ کرے کہ یہ احسان آپ پر ہمیشہ آگے سے آگے بڑھتا رہے۔ خدا کرے کہ ہم ان نیکیوں کو اس صدی میں ہی نہیں بلکہ اگلی صدی میں بھی ان کی پوری حفاظت کرتے ہوئے دھکیلتے چلے جائیں۔ خدا کرے کہ دنیا کی کایا پلٹنے والے ہم ثابت ہوں اور دنیا ہماری کایا نہ پلٹ سکے۔ ان دعائیہ کلمات کے بعد اب میں اس خطبے کو ختم کرتا ہوں۔

☆......☆......☆......☆